12 ربیع الاول اور مسلمان

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی
فیصل آباد

۱۲ ربیع الاول کو ''عاشقانِ رسولؐ'' انتہائی عقیدت و محبت، جوش و جذبے اور تزک و اہتمام سے مختلف انداز و اطوار اپنا کر ''میلادِ مصطفیٰ'' مناتے ہیں۔ حالانکہ ایک مسلمان کو اس روز ''جشن'' کا اہتمام کرنا زیب نہیں دیتا کیونکہ تاریخ ولادت کے متعلق خود نبی علیہ السلام سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ البتہ پیر کے دن آپ کی ولادت باسعادت پر جہاں تمام مورخین اور سیرت نگار متفق ہیں وہیں صحیح مسلم میں بھی ایک حدیث مرقوم ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

''فیه ولدت و فیه انزل علی۔'' ''یہ وہ دن ہے جس روز میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۶۵)

کتب تاریخ و سیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں علامہ سید قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۹ ربیع الاول کو ازروئے تحقیق جدید آپ کی ولادت کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۷ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور آپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ (رحمۃ اللعالمین حصہ اول)

اور علامہ شبلی نعمانی مرحوم رقم طراز ہیں کہ:

''تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔'' (سیرت النبی از شبلی جلد اول ص ۱۷۶)

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور ۱۰ھ تھا اور اس وقت آپ کی عمر کا ترسٹھواں سال تھا۔

(۲) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بج کر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

(۳) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں ازروئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

(۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک میں منحصر ہے۔

(۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں

دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔'' (حاشیہ سیرت النبیؐ از شبلی جلد اول ص ۱۷۶)

سیرت النبیؐ ابن ہشام کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

''تمام روائتیں پیش نظر رکھ کر ارباب تحقیق اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع نیر عالم تاب ہوئی۔(سیرت النبیؐ ابن ہشام جلد اول ص ۱۸۲)

تاریخ اسلام کے مصنفین مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی اور شاہ معین الدین احمد ندوی نے بھی اپنی اپنی کتاب میں ۹ ربیع الاول کو ہی آپؐ کا یوم ولادت لکھا ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔اگر بالفرض ۱۲ ربیع الاول کو آپؐ کی ولادت باسعادت تسلیم کر لی جائے تو بارہ ہی آپؐ کا یوم وفات ہے۔جو کہ بغیر کسی اختلاف کے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔عاشقانِ رسول کے امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ۱۲ ربیع الاول ہے۔تو دنیاوی قاعدے کے اعتبار سے اگر کوئی شخص کسی تاریخ کو تولد ہو اور پھر اتفاق سے اسی تاریخ کو فوت ہو جائے تو عزیز و اقارب اس دن خوشی نہیں مناتے بلکہ اس روز کی یاد آنے پر سرد آہیں بھرتے ہیں اور افسوس غالب آجاتا ہے۔جبکہ ۱۲ ربیع الاول کے متعلق تو چند برس پہلے بلکہ آج تک پرانے بزرگوں سے ''بارہ وفات'' کا لفظ ہی سنتے آئے ہیں اور پرانے بزرگ اب بھی بارہ ربیع الاول کو ''بارہ وفات'' ہی کہتے ہیں۔تو یوم وفاتِ مصطفیؐ پر یہ خوشیاں آخر۔۔۔چہ معنی دارد؟

عاشقان رسولؐ جس روز آپؐ کا جشن ولادت مناتے ہیں اس روز رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ ارتحال سے آپ کے اہل بیت اور جانثار صحابہ کرامؓ کی حالتِ زار کیا تھی' نظر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔یہ واقعات ان عاشقان کیلئے دعوت فکر ہیں کہ جو تحقیق کی بجائے اندھی تقلید کے پیرو ہیں۔زمانہ حال کے عاشقان رسولؐ کے برعکس اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی علیہ السلام سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ وہ لمحہ بھر کی جدائی بھی گوارہ نہ کرتے تھے۔مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں صحابہ کرام بیٹھے رو رہے تھے۔ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے ہم آپؐ کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ (بخاری جلد ۴ ص ۶۰۳)

مرض الموت میں ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا:

ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو پسند کیا۔حضرت ابوبکرؓ اس سے سمجھ گئے کہ اب آپؐ کی وفات کا وقت قریب ہے لہٰذا وہ زارو قطار رونے لگے۔ (صحیح بخاری ۳/۵۲۸)

اور پھر جب رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رحلت کر گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع ملی وہ سخ میں واقع اپنے مکان سے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔لوگوں سے کوئی بات کئے بغیر حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور نبی علیہ السلام کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹا کر اسے چوما اور روئے پھر کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' اللہ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔جو مدت آپ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ کو آ چکی۔(ایضاً جلد ۴ ص ۳۴۰)

وفات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر حضرت عمرؓ جیسے جری اور بہادر انسان بھی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور حواس باختہ ہو کر کہنے لگے کہ کچھ منافقین سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ آپؐ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح موسیٰ بن عمران علیہ السلام تشریف لے گئے تھے اور اپنی قوم سے چالیس رات غائب رہ کر ان کے پاس واپس آ گئے تھے حالانکہ واپسی سے پہلے کہا جا رہا تھا کہ وہ انتقال کر گئے ہیں۔اللہ کی قسم رسول اللہؐ بھی ضرور پلٹ آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے جو سمجھتے ہیں کہ آپؐ کی وفات ہو چکی ہے۔(سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۸۰۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر وفات مصطفیٰ پر حضرت عمرؓ کی بے یقینی اور صدمہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی سراسیمگی کو دیکھتے

ہوئے وفات مصطفیٰ کے اعلان کا خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ صحیح بخاری میں یوں مذکور ہے کہ :

''حمد و ثنا کے بعد فرمایا من کان منکم یعبد محمد افان محمدا قد مات و من کان منکم یعبد الله فان الله حی لا یموت۔ تم میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا (وہ سمجھ لے) وہ تو وفات پا گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اسے یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اسے ہرگز موت نہ آئے گی اور پھر سورہ آل عمران کی آیت تلاوت کرتے ہیں' وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسول ..... الخ۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۴۱)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بخدا جب میں نے ابوبکرؓ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا تو میری ٹانگوں میں سکت نہ رہی' میرے پاؤں میرا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ نبی علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ (ایضاً)

اور جگر گوشہ رسولؐ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پیارے بابا کی جدائی کا اس قدر غم تھا کہ مرض موت میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ میں اب اس بیماری میں انتقال کر جاؤں گا تو سیدہ فاطمہؓ اشکبار ہو گئیں۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۲۹)

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں :

''یا ابتاہ ربا دعاہ' یا ابتاہ الی جنۃ الفردوس ماواہ' یا ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ'' پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمالیا' والد گرامی نے جنت الفردوس میں نزول فرمالیا' والد گرامی کے انتقال کی خبر جبرائیل کو کون پہنچا سکتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۴۳)

اسی صدمہ پر سیدہ یوں بھی کہتی ہیں کہ :

''الٰہی روح فاطمہؓ کو روح محمدؐ کے پاس پہنچا دے' الٰہی مجھے دیدار رسولؐ سے مسرور بنا دے' الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم نہ فرما۔ (رحمۃ اللعالمین حصہ اول ص ۲۴۶)

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہؓ حضرت انسؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں ''یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم التراب '' اے انسؓ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارہ کیا۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۴۴)

وفات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیدہ فاطمہؓ بڑے پرسوز اور رقت انگیز اشعار کہتی ہیں جس کے دو مصرعے یہ ہیں کہ

صبت علی مصائب لو انها
صبت علی الایام صرن لیا لیا

ترجمہ :- مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں اگر دن پر پڑتی تو رات ہو جاتا۔ (رحمۃ اللعالمین حصہ دوئم ص ۳۰۱)

ایک موقع پر یہ پر درد اشعار پڑتی ہیں کہ

انا فقد ناك فقد الارض و ایلها
وغاب مذغبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا
لما نعیت و حالت دونک الکتب

ترجمہ :- ہماری محرومی حضورؐ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا' جب سے آپؐ غائب ہوئے ہیں وحی الٰہی کا انقطاع ہو گیا۔ کاش! حضورؐ کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔ (ایضاً ص ۱۰۸)

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس ہائلہ پر کہتی ہیں کہ :

''دریغ! وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو تو انگری پر اختیار فرمایا۔ حیف! وہ دین پرور! جو امت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا' جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔ جس نے منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔ جس نے بر و احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بند نہ کئے۔ جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و افراد کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔ حیف! وہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔ جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا۔ آہ ۔۔۔۔ دنیا سے رخصت ہوا۔ (رحمۃ اللعالمین

حصہ اول ص ۲۴۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت حضرت علیؓ یہ کہہ رہے تھے کہ :

''میرے مادر پدر آپ پر قربان' آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمان کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپؐ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں' اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور پر نثار' پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔ (ایضاً ص ۲۴۷)

صحیح مسلم میں ہے کہ :

''وفات مصطفیٰ ﷺ کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے ہم کو ام ایمنؓ کی طرف لے چلو تاکہ ان سے ملاقات کریں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کیا کرتے تھے۔ (صاحبین) جب ام ایمنؓ کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کہنے لگے کس چیز نے تجھ کو رلایا' کیا تو نہیں جانتی کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اللہ کے رسولؐ کیلئے بہتر ہے۔ ام ایمنؓ کہنے لگیں! میں اس لئے نہیں روئی بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنی منقطع ہو گئی یہ سن کر دونوں ساتھی بھی ام ایمن کے ساتھ رو پڑے۔''

وفات مصطفیٰ ﷺ کے دن کا نقشہ بیان کرتے ہوئے خادم رسولؐ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اس سے بہتر اور تابناک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن آپ نے وفات پائی اس سے زیادہ قبیح اور تاریک دن بھی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ (رواہ دارمیؒ بحوالہ مشکوٰۃ باب وفات النبیؐ)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے وفات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طویل مرثیہ کہا تھا اس کے چار اشعار یہ ہیں

اطالت و قوفا تذرف العین جهدها
علی طلل القبر الذی فیه احمد
و راحوا بحزن لیس فیهم نبیهم
و قد وهنت منهم ظهور و اعضد

ترجمہ :- آنکھ پوری طاقت سے بہہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوں جس کے اندر احمدؐ ہیں۔ اور یہ غمزدہ لوگ اس حالت میں ہو گئے کہ اب ان میں ان کے نبی نہیں اور اب ان کی کمریں اور بازو بالکل کمزور ہو گئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۸۲۰-۸۲۱)

ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس روز نبی علیہ السلام کا سانحہ ارتحال ہوا اس روز مدینہ رسولؐ میں کہرام بپا تھا اور آپ کے جانثار و محب آپؐ کے وصال اور فراق سے افسردہ و غمزدہ اور اشکبار تھے۔ وفات رسولؐ کے واقعہ دلفگار نے اہل مدینہ پر قیامت صغریٰ بپا کر دی تھی۔ افسوس کہ جس روز ایسا ہوا' زمانہ حال کے ''عاشقان رسولؐ'' اس دن خوشیاں مناتے' جھنڈیاں لگاتے' ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے' بھنگڑے ڈالتے' جعلی داڑھیاں لگا کر سنت رسولؐ کا استہزاء کرتے' رات کو گھر کی منڈیروں پر موم بتیاں لگا کر چراغاں کرتے' بازاروں میں نام نہاد نمائشوں کا اہتمام کرتے' محفل میلاد کا ''سوانگ'' رچا کر ''قوالوں'' سے شرک سے لتھڑی غلیظ قوالیاں سنتے اور اس کے علاوہ جو خرافات ان سے ہو سکتی ہیں یہ دین اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس محسن انسانیت کے یوم وفات پر ہوتا ہے کہ جس نے ظلمت و تیرگی میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو رشد و ہدایت کا پیام دیا تھا۔ کیا یہ دوست اپنی ان خرافات کو پیش کر کے کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

کیونکہ ان دوستوں کو یہ کام سراسر اسلامی تعلیم کے منافی ہیں کہ جن کے سبب کسی غیر کو متاثر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ''یاران تیز گام'' سے فقط اتنا ہی عرض کروں گا کہ خدارا حقیقت حال کو سمجھیں اور جوش عقیدت میں خود ساختہ بدعات و خرافات سے اجتناب کریں۔ اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں

اے دوست لب کشائی کا موقع نہ دے مجھے
افسانہ میرے دل کا بڑا دردناک ہے